انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز

اور

شعبۂ اسلامیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اشتراک سے سمر اسکول کا انعقاد

رپورٹ: نعمان بدر فلاحی (ریسرچ اسکالر شعبہ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)

ہندستان کے تاریخی شہر علی گڑھ میں انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز اور شعبۂ اسلامیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اشتراک سے پندرہ روزہ سمر اسکول کا انعقاد عمل میں آیا۔ ۵ تا ۱۹ر جولائی ۲۰۱۹ء جاری رہنے والے اس سمر اسکول کا افتتاحی اجلاس تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوا۔ شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے دفتر کو موصول ۲۰۰ درخواستوں میں سے یونیورسٹی کے ۱۳ر مختلف شعبوں کے ۵۰ منتخب طلبہ وطالبات کی باقاعدہ اور سرگرم شرکت کو مفید ومؤثر بنانے کے لیے یونیورسٹی کے موجودہ اور سابق ۲۷ سینئر اساتذہ نے سماجی، سیاسی، مذہبی، معاشی، عمرانی اور دیگر علوم کے ۳۵ موضوعات پر اپنے عالمانہ خطبے پیش کیے اور طلبہ کے سوالوں کا جواب بھی دیا۔

۵ر جولائی ۲۰۱۹ء کو بروز جمعہ صبح ۱۰ بجے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے کانفرنس ہال میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ کے اس پہلے 'پندہ روزہ سمر اسکول برائے ریسرچ اسکالرس' کا افتتاح کرتے ہوئے شیخ الجامعہ پروفیسر طارق منصور نے فرمایا کہ'' آج مذہب اسلام کو صحیح ڈھنگ سے سمجھنے اور اس کی تشریح کرنے کی ضرورت ہے۔ آج ہندوستان ہی نہیں، دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کے ماننے والے اسلام کی رسوائی کا سبب بن رہے ہیں۔ اسلام تشدد اور انتہا پسندی پر یقین نہیں رکھتا۔ ہمارے رسول ﷺ کا حکم اور عمل دونوں انسانوں کے ساتھ نرمی، محبت، آسانی اور سماجی ہم آہنگی کی تعلیم دیتے ہیں، اس لیے ہمیں لوگوں کو زحمت، تکلیف اور پریشانی سے نکال کر اُن کے لیے آسانی پیدا کرنا چاہئے''۔ وائس چانسلر صاحب نے اپنی اہلیہ ڈاکٹر حمیدہ طارق کے حوالے سے بخاری شریف کی ایک حدیث کا مفہوم بیان کیا کہ ایک بار مدینہ منورہ کی ایک مسجد میں فجر میں نمازیوں کی تعداد کم ہوگئی۔ بعض صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ امام لمبی قرأت کرتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ رسول

اللہ علیہ وسلم نے غصہ کا اظہار فرمایا اور حکم دیا کہ نماز کو مختصر کریں ،لوگوں کو پریشانی میں مبتلا نہ کیا جائے کیونکہ نمازیوں میں عورتیں، بچے اور بڑی عمر کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے شعبہ تعلیمات میں پروفیسر محمد اختر صدیقی نے کلیدی خطبہ پیش کرتے ہوئے اسلامی تناظر میں آزادئی فکر پر بصیرت افروز گفتگو کی۔انہوں نے کہا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مسلمان ایک داعی امت کی حیثیت رکھتا ہے، ان کا کام تلاوت آیات، کتاب وحکمت کی تعلیم اور تزکیہ کے ذریعہ رائے عامہ کو ہموار کرنا ہے۔ جبر اور زور زبردستی سے اسلام کی اشاعت کبھی نہیں ہوسکتی''۔ پروفیسر موصوف نے اسلامیات اور دینیات کے طلبہ اور محققین پر بطور خاص زور دیا کہ وہ فکری رواداری اور افہام وتفہیم کے زیور سے آراستہ ہو کر کام کریں۔

افتتاحی جلسے کے مہمان خصوصی معروف سیرت نگار اور سابق صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اسلام بنیادی عقائد اور فرائض کے سلسلے میں لچک اور مداہنت کو قبول نہیں کرتا ہے۔ قرآن وسنت کے نصوص ابدی ہیں اور ناقابل تبدیل ہیں مگر اُن کی تفہیم وتشریح اور تعبیر میں وقت کے تقاضوں کے مطابق اضافہ وترمیم کی گنجائش موجود ہے۔ اسلامک اسٹڈیز کا مضمون مذہبی متون کا مطالعہ نہیں کرتا بلکہ مذہب اسلام کی مختلف تعبیرات وتشریحات کے سلسلہ کو مطمح نظر رکھتا ہے۔ اور اسلامی تہذیب وتمدن کا تاریخ اسلام کے مختلف مراحل میں ارتقاء اس کا خصوصی میدان ہے''۔

اعزازی مہمان اور شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے بزرگ استاذ پروفیسر عبدالعلی نے بڑے بلیغ انداز میں اسلامک اسٹڈیز کی عصری معنویت پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ''مغربی ملکوں میں اسلام کی مقبولیت نیز قبول اسلام کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ آج پہلے سے کہیں زیادہ اسلامی موضوعات پر مطالعہ وتحقیق کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ بڑے ممالک اپنی خارجہ پالیسی میں اسلام اور مسلمانوں پر مطالعہ کو بطور خاص شامل کر رہے ہیں۔ اسلامک اسٹڈیز کا مستقبل روشن ہے بشرطیکہ اسلام کی درست اور جامع تصویر پیش کی جائے اور روشن خیال اور متوازن تعبیرات کے ذریعہ عوام کے ذہنوں کو مطمئن کیا جائے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کا یہ افتخار ہے کہ یہ اسلام کی معتدل اور متوازن ترجمانی کے لیے اساتذہ کے علمی مقالات پر مشتمل جرنل پابندی سے شائع کر رہا ہے۔ اور گذشتہ سال سے نوجوان اسکالرس کی ہمت افزائی کے لیے ''اسلامک ریسرچ اینول'' کی اشاعت کا بھی آغاز ہو گیا ہے۔ اسلامک اسٹڈیز کی معنویت اس وقت ثابت ہوگی جب روشن خیالی اور اعتدال پر مبنی اسلام کی تعلیمات کو عام کیا جائے''۔ پروفیسر عبدالعلی نے ۱۵ روزہ سمر اسکول کی افتتاحی تقریب کے موقع پر انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز نئی دہلی کا شکریہ بھی ادا کیا۔

افتتاحی تقریب کی صدارت کرتے ہوئے سوشل سائنس فیکلٹی کے ڈین پروفیسر اکبر حسین نے اسلامیات کے طلبہ، اسکالرز اور محققین کو اطلاقی پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ ''قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں ذہنی امراض کے شکار مریضوں کا علاج آج علم نفسیات کا ابھرتا ہوا موضوع ہے۔ سورہ فاتحہ، سورہ یٰسین، سورہ رحمٰن اور بعض دوسری قرآنی سورتوں میں انسانوں کے لیے شفا، سکون اور علاج ہے۔ اس پہلو سے ریسرچ کرنے کی مزید ضرورت ہے''۔

صدر شعبہ پروفیسر عبیداللہ فہد فلاحی نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا ''اسلامیات کا موضوع بڑا مظلوم ہے۔ ہمارے محققین نے یا تو معذرت خواہی کا رویہ اختیار کیا ہے یا فکری انتہا پسندی کا۔ ضرورت ہے کہ قرآن اور سنت کو بنیاد بنا کر ایک معتدل اور انسانیت نواز موقف پیش کیا جائے۔ سمر اسکول کا بنیادی مقصد نوجوان ذہنوں کو اسلام کی صحیح تصویر دکھانا ہے''۔

افتتاحی تقریب کے موقع پر وائس چانسلر پروفیسر طارق منصور نے ریسرچ اسکالرس کے جرنل 'اسلامک ریسرچ اینول' کا افتتاح کرتے ہوئے اس کی تعریف کی۔ جرنل میں مدیر اعلیٰ پروفیسر عبیداللہ فہد کے علاوہ ۲۵ مضامین اسلام کے مختلف پہلوؤں پر شامل ہیں۔ اسلامک اسٹڈیز کے علاوہ دراسات ایشائے غربی، سوشل ورک اور سیاسیات وغیرہ کے ہندوستانی طلبہ وطالبات کے علاوہ یمن، تھائی لینڈ اور ماریشس کے طلبہ کے مضامین بھی اس رسالے میں شامل ہیں۔

شیخ الجامعہ نے شعبہ کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی کی تازہ تحقیق ''جماعت اسلامی کے فضلاء کی قرآنی خدمات'' کا بھی اجرا کیا۔ مصنف نے اپنی کتاب میں سید ابوالاعلیٰ مودودی، صدرالدین اصلاحی، سید حامد علی، محمد سلیمان قاسمی فرخ آبادی، جلیل احسن ندوی، ابوسلیم محمد عبدالحئی، ظفر اسحاق انصاری، شمس پیرزادہ، ڈاکٹر راؤ عرفان احمد خاں اور محمد فاروق خاں کے قرآنی افکار کا تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ پیش کیا ہے۔ اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی علمی کاوش ہے جس میں پہلی بار مذکورہ ماہرین قرآن کی فکر کی تجزیہ کیا گیا ہے۔ خلیق احمد نظامی مرکز برائے قرآنی مطالعات کے ڈائرکٹر پروفیسر عبدالرحیم قدوائی کے زیر اہتمام شائع ہونے والی اس کتاب کے اجرا پر وائس چانسلر پروفیسر طارق منصور نے مصنف کو مبارکباد پیش کی۔

ناظم جلسہ ڈاکٹر عبدالحمید فاضلی نے انگریزی اور عربی زبانوں میں سمر اسکول کی تفصیلات بیان کیں اور اس بات پر زور دیا کہ اسلام کی عصری معنویت اجاگر کی جانی چاہیے۔ سمر اسکول کے کنوینر ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی نے حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے شرکاء کو نظم وضبط کی پابندی کی تلقین کی۔

تحریک علی گڑھ کی قرآن فہمی

۶ر جولائی ۲۰۱۹ء کو پروفیسر ابوسفیان اصلاحی، مدیر 'تہذیب الاخلاق' نے ''علی گڑھ تحریک کی قرآنی خدمات'' پر اپنا فاضلانہ خطبہ پیش کرتے ہوئے سرسید احمد خاں، مولانا حمید الدین فراہی، علامہ شبلی نعمانی، پروفیسر عبدالرحیم قدوائی اور حکیم الطاف احمد اعظمی کی قرآنی خدمات پر روشنی ڈالی۔ ان کے خطبے کا ایک خاص پہلو مولانا فراہی کی فکر سرسید سے اثر پزیری کا اعتراف ہے۔ پروفیسر اصلاحی نے ان مصنفین، مؤرخین اور دانشوروں پر تنقید کی جو سرسید کے مذہبی و قرآنی اثرات کا انکار کرتے ہیں یا اُن کا کھلے دل سے اعتراف نہیں کرتے۔ انہوں نے سرسید کی مذہبی فکر کے بعض پہلوؤں سے اختلاف کا اظہار کیا، مگر تفسیر قرآن میں عقلی درایت، عصری حسّیت اور اساطیری اسلوب کی جگہ حقیقت پسندانہ اسلوب کے متکلمانہ عناصر پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ان کے مطابق ''علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کے بانی باضابطہ ایک مفسر قرآن تھے اور وہ قرآن فہمی کے لیے عربی زبان و ادب، عرب تہذیب، یہود و نصاریٰ کے کلچر اور عبرانی زبان سے واقفیت کو ضروری خیال کرتے تھے''۔

صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز پروفیسر عبید اللہ فہد نے ''اسلام میں خواتین کی سماجی شراکت اور خود اختیاری'' کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا ''بدقسمتی سے دین دار گھرانوں میں بھی خواتین کو وہ عزت، مقام و مرتبہ اور حقوق حاصل نہیں ہیں جو دور رسالت میں انھیں حاصل تھے۔ یہ ہندو تہذیب کی عکاسی ہے کہ خواتین کو ان کے شرعی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے''۔ پروفیسر فہد نے اردو ادبیات کا حوالہ دیتے ہوئے مسلم دانشوروں اور مصلحین پر تنقید کی کہ ان کی تحریروں میں خواتین سے امتیاز کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ انھوں نے تحریک اسلامی کے مایہ ناز دانشور پروفیسر فضل الرحمٰن فریدی کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ حقوق نسواں کے تیئں تحریک اسلامی کو دفاع اور تحفظ کی ذہنیت سے اوپر اٹھ کر اقدام کے طریقہ کار کو اختیار کرنا چاہیے۔

پروفیسر سید لطیف حسین شاہ کاظمی، صدر شعبہ فلسفہ نے 'اقبال کے تصور اجتہاد' پر گفتگو کرتے ہوئے مسلمانوں کے اندر موجود بدعملی، جہالت اور نفاق پر تنقید کی۔

Reconstruction of Religious thoughts in Islam کے پس منظر میں انہوں نے کہا کہ '' اقبال دور جدید میں اسلام کی عصری تعبیر اور الٰہیات اسلامیہ کی جدید تشکیل کے علمبردار تھے۔ مسلمانوں نے دور زوال میں جہاد و اجتہاد کا راستہ چھوڑا تو وہ مغرب کی علمی و فکری ترقی کے کارواں کا غبار راہ بن کر رہ گئے۔ اس لیے اقبال نے ان صوفیوں اور مذہبی علما پر سخت تنقید کی ہے جو مسلمانوں کو زندگی کے مسائل سے دور رکھنا چاہتے تھے۔ پروفیسر کاظمی نے

اقبال کے تصور خودی، تصور عشق، جہاد مسلسل اور تدبر و تفکر کی کیفیت کو ان کے اشعار کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا۔ اجلاس کا آغاز ڈاکٹر محمد افضل کی تلاوت قرآن سے ہوا اور نظامت کے فرائض ڈاکٹر رحمت اللہ نے انجام دیے۔

مسلم پرسنل لا کی عصری معنویت

۸؍جولائی ۲۰۱۹ء کے پہلے اجلاس میں شعبہ سیاسیات کے بزرگ استاذ پروفیسر آفتاب عالم نے مسلم پرسنل لاء کی تشکیل کی سیاسی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ’’برطانوی عہد میں ۱۹۳۷ء میں ’شریعہ اپلیکیشن ایکٹ‘ کے ذریعہ مسلم پرسنل لاء کو ہندوستان میں باضابطہ ایک قانونی شکل دی گئی اور اسی کے تحت انگریزی حکومت مسلمانوں کے دینی معاملات میں فیصلے کے لیے قاضی مقرر کرتی تھی۔ مسلمانوں کے عائلی نظام کا تحفظ اس قانون کا بنیادی مقصد تھا۔ ۱۹۳۹ء میں انگریزی حکومت نے ہی مسلم میرج ایکٹ بھی بنایا تھا۔

پروفیسر آفتاب عالم نے کہا کہ ’’آزاد ہندوستان میں ضرورت تھی کہ مسلم پرسنل لاء کی از سر نو ترتیب و تدوین کی جائے اور اسلامی قانون کے جن پہلوؤں کی تعبیر نو کی ضروت ہے اسے مرکز توجہ بنایا جائے۔ ۲۰۰۲ء میں سپریم کورٹ نے شمیم آرا کیس میں ۳ طلاق کو کالعدم قرار دیا تھا اور ۲۰۱۷ء میں سائرہ بانو کیس میں ۳ طلاق کو غیر دستوری قرار دیا۔ انھوں نے مسلم پرسنل لاء میں حکومت، عدالت اور فرقہ پرست طاقتوں کی مداخلت اور مختلف سیاسی جماعتوں کے مصلحت پسندانہ موقف پر بھرپور تنقید کرتے ہوئے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ شریعت پر اخلاص کے ساتھ عمل کریں اور حکومت اور عدالت کو مداخلت کا موقع نہ دیں۔

۸؍جولائی کے دوسرے اجلاس میں ’سیرت نگاری میں علی گڑھ کا حصہ‘ کے موضوع پر اپنے دانشورانہ خطاب میں پروفیسر ابوسفیان اصلاحی نے سرسید احمد خاں، شبلی نعمانی، شیخ عبداللہ (پاپا میاں) اور پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی کا بطور خاص ان کی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ تذکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ’’ہندوستان میں سیرت نگاری کا آغاز سر سید نے کیا۔ ’جلاء القلوب بذکر المحبوب‘ ان کی پہلی کتاب سیرت پر ہی ہے۔ اس کے علاوہ ولیم میور کی ’لائف آف محمد‘ کا جواب جو انہوں نے لندن میں تصنیف کیا خطبات احمدیہ کے نام سے معروف ہے‘ دراصل وہ دور جدید کی حقیقت پسندانہ، مدلل اور معقول سیرت نگاری کی بنیاد ہے۔ علامہ شبلی نعمانی کی شہرہ آفاق تصنیف ’سیرت النبی‘ دراصل خطبات احمدیہ کے اسلوب اور نہج کی توسیع ہے۔ جدید منہاجیات کا درس شبلی نے علی گڑھ سے ہی لیا تھا۔ پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی کی عظیم الشان خدمات سیرت کو انھوں نے دور جدید میں ایک سنگ میل قرار دیا۔ انھوں نے فرمایا کہ پروفیسر صدیقی کی خدمات ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی ہم پلہ ہیں۔

تیسرے سیشن میں پروفیسر محمد سمیع اختر فلاحی سابق صدر شعبہ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے 'تیونس کے جدید فکری معمار خیرالدین پاشا کی اصلاحی تحریک' پر بھرپور روشنی ڈالی۔ ۱۹ویں صدی میں جب افریقی ملک تیونس میں خیر الدین پاشا تعلیمی اور معاشی اصلاح کی تحریک چلا رہے تھے' اسی زمانے میں جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبدہ بھی محدود دائرہ میں اصلاحی تحریک کی قیادت کررہے تھے۔ خیرالدین پاشا کی تحریک مکمل ریفارم کے لیے تھی' اسی لیے اُن کو Father of Revival Movement in Tunisia کا خطاب دیا گیا تھا۔'اقوم المسالک' ان کی معروف کتاب ہے جس کا متعدد اہم زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ وہ واحد عرب دانشور ہیں جن کا سرسید احمد خان اپنی کتابوں میں بار بار حوالہ دیتے تھے۔

پروفیسر محمد سمیع اختر فلاحی نے اپنے دانشورانہ خطبے میں خیرالدین پاشا اور سرسید احمد خاں کے افکار و خیالات کا موازنہ کیا اور تیونس و افریقہ کی دیگر جدید تحریکوں کا بھی تجزیہ کیا۔ اسی زمانے میں مصر میں رفاعہ طہطاوی، ترکی میں مصطفیٰ کمال اتاترک اور ہندوستان میں سرسید احمد خاں تعلیمی اصلاح و جدت فکر کی تحریکیں چلا رہے تھے، جن کے اثرات پورے عالم اسلام پر مرتب ہوئے۔ اجلاس کا آغاز محمد احمد عبداللہ امیر کی تلاوت سے ہوا جب کہ تیسیر بن احمد شاہ گولفی نے نظامت کا فریضہ انجام دیا۔

زندگی جینے کا سلیقہ

۹؍جولائی ۲۰۱۹ء کو پروفیسر احتشام احمد ندوی سابق ڈین فیکلٹی آف آرٹس کالی کٹ یونیورسٹی نے 'عصر حاضر کی عالمی اسلامی تحریکات' کے موضوع پر اپنے جذباتی خطاب میں ہندوستان میں سید احمد شہید اور تحریک مجاہدین کے امتیازات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انھوں نے فرمایا کہ ''تحریک مجاہدین کی جدوجہد کے نتیجے میں برِصغیر میں فکر اسلامی کا احیاء ہوا اور ۱۸۳۱ء میں معرکۂ بالاکوٹ میں اس کے رہنماؤں کی شہادت ہی کا نتیجہ تھا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اُس کے بطن سے نمودار ہوئی جس نے آزاد ہندوستان کی تعمیر کا ''روڈ میپ'' تیار کیا۔ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید اس ملک میں اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے لیے مصروف عمل تھے۔ بالاکوٹ میں ان کی تحریک ختم نہیں ہوئی بلکہ اس نے متعدد دوسری تحریکات کو پیدا کیا۔ ان کی قیادت میں تقریباً چار سال تک ایک علاقے میں خالص اسلامی ریاست قائم رہی''۔

پروفیسر احتشام احمد ندوی نے افغانستان میں روسی مداخلت کے خلاف مسلح جدوجہد پر بھرپور روشنی ڈالی اور فرمایا کہ ''گیارہ سال تک روس کے خلاف افغانستان میں عالم اسلام کے ہزاروں مسلم نوجوانوں نے جہاد میں عملاً حصہ لے

کر بے پناہ قربانیاں دیں جس نے بالآخر کمیونزم اور اشتراکیت کی علامت روس کو توڑ کر رکھ دیا۔ افغانیوں نے قومی اور اسلامی غیرت سے سرشار ہو کر روس کو پسپا ہونے پر مجبور کیا اور آج امریکی سامراج کی راہ میں وہ پہاڑ بن کر کھڑے ہیں۔ شکست کے دہانے پر کھڑا امریکہ افغانستان سے فرار کی راہ تلاش کر رہا ہے۔ افغانستان کے ۷۵ فیصد علاقوں پر قابض طالبان کے ساتھ مذاکرات اسی لیے کیے جا رہے ہیں''۔

فاضل مقرر نے عالم عرب میں اسلامی بیداری اور احیائے دین کی طاقتور تحریک 'الاخوان المسلمون' کی عظیم الشان تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا کہ مصر کے پہلے منتخب صدر ڈاکٹر محمد مرسی کے ایک سالہ دور حکومت کی بہترین کارکردگی سے خائف عرب ممالک کے حکمرانوں اور اسرائیل نواز یہودی سازشوں نے متفقہ طور پر انہیں اقتدار سے بے دخل ہی نہیں کیا بلکہ بالآخر عدالت کے احاطے ہی میں اُن کی جان لے لی۔ آج اخوان عالم اسلام کے دل کی آواز بن چکے ہیں جسے عرب حکمران اپنی بادشاہت کے لیے خطرہ سمجھ کر کچل دینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے محمد مرسی کی مظلومانہ شہادت کو عالم عرب کے منہ پر طمانچہ سے تعبیر کیا۔

۹ر جولائی کا دوسرا اہم موضوع 'ہندی الاصل مذاہب میں زندگی جینے کے فن' سے متعلق تھا۔ پروفیسر عبیداللہ فہد نے بھگوت گیتا کے 'احکام عشرہ' کا بطور خاص حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ''عیسائیت اور اسلام کی مانند ہندومت میں بھی زندگی کو وقار، عزت، احترام اور مسرت سے گزارنے کی تدابیر بتائی گئی ہیں۔ چنانچہ عصر حاضر کے عام امراض و مسائل مثلاً مایوسی، بے اطمینانی، خودکشی اور Tention, Dipration وغیرہ کے تناظر میں 'آرٹ آف لیونگ' کا موضوع بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ انھوں نے ایمان اور امید کو زندگی کی تمام کلفتوں اور اعصاب شکن لمحات میں واحد راہ عمل قرار دیا۔ ''ولقد کرمنا بنی آدم'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے تمام انسانوں کو عزت اور وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق دیا ہے اور یہ مقاصد شریعت میں شامل ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کا بھی حوالہ دیا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''دین کے معاملے میں اپنے سے اوپر کی طرف دیکھا کرو اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے کی طرف دیکھو''۔

فاضل مقرر نے قرآن کریم کی سورہ یوسف پر بطور خاص گفتگو کی۔ زندگی کے انتہائی صبر آزما لمحات میں بھی حضرت یعقوبؑ نے صبر جمیل کا نمونہ قائم کیا اور ہر اعصاب شکن موڑ پہ اللہ پر توکل کا اظہار کیا۔ یہی زندگی گذارنے کا سلیقہ ہے جو قرآن اپنے ماننے والوں کو سکھانا چاہتا ہے۔ زندگی کی کشاکش میں امید اور ایمان کا سرا ہر حال میں تھامے رہنا اور آگے بڑھنے کے لیے مسلسل محنت اور منصوبہ بندی قرآن کی تعلیم ہے۔

۹ر جولائی کے تیسرے مقرر پروفیسر عبدالباری، سابق صدر شعبہ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے 'مشرقی علوم و فنون میں عربی زبان وادب کی اہمیت' پر اظہارخیال کرتے ہوئے فرمایا ''اسلام محض ایک مذہب نہیں بلکہ ایک تہذیب اور ثقافت کا علم بردار ہے۔قرآن مجید، احادیث اوررسول اللہﷺ کا اسوۂ حسنہ ہماری تہذیب اور کلچر کی بنیاد ہے۔چونکہ اسلامی علوم وفنون کا بنیادی ماخذ اور معتبر ذخیرہ عربی زبان میں ہے' اس وجہ سے عربی زبان کی مذہبی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے، مگراس کی جامعیت، ادبیت، وسعت اور چاشنی کا بھی کوئی دوسرا متبادل نہیں ہوسکتا۔اسلامیات کے طلبہ اوراسکالرعربی زبان سے واقف ہوئے بغیر کوئی حقیقی اورطبع زاد تحقیق پیش نہیں کر سکتے''۔

فاضل مقرر نے پروفیسر سالم کرینکو کا تذکرہ بطورخاص کیا جنھوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اپنے تین سالہ قیام کے دوران عربی واسلامیات کے میدان میں نمایاں کام کیا ہے۔وہ جرمن اور انگریزی کے علاوہ بشمول عربی مختلف مشرقی زبانوں کے ماہر تھے۔انہوں نے عربی میں ۷۰ کتابوں کو ایڈٹ کیا ہے مگران کی ادبی سرگرمیوں کی زیادہ تفصیلات موجود نہیں ہیں۔ پروفیسر عبدالباری نے کہا کہ ''یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز مسلم اسپین کے عروج کا نتیجہ ہے۔۸ویں صدی عیسوی سے ۱۳ویں صدی عیسوی تک عربی زبان دنیا کی واحد سائنسی زبان ہے جو علمی اورادبی دنیا پر حکمرانی کر رہی تھی۔البیرونی، ابن سینا اورابن رُشد وغیرہ کی سائنسی، علمی اورادبی تحقیقات عربی زبان میں ہی ہیں''۔

اجلاس کا آغاز کہکشاں ناز کی تلاوت کلام پاس سے ہوا اورڈاکٹر صبا انجم، پوسٹ ڈاکٹرورل فیلو نے نظامت کا فریضہ انجام دیا۔

ہندوستان پرالبیرونی کی تحقیق

۱۰رجولائی ۲۰۱۹ء کو پروفیسر سید جابر رضا، شعبہ تاریخ ویمنس کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے 'عہد غزنوی کے مؤرخین کی نگاہ میں ہندوستان اوراس کی تہذیب' کے موضوع پرایک دلچسپ خطبہ پیش کیا جس کے ذریعہ عہد وسطیٰ کے ہندوستان کی تاریخ وتہذیب کی بھرپورعکاسی ہوئی۔انہوں نے فرمایا کہ ''سلطان محمود غزنوی نے پہلی بار ہندوستان میں ۱۰۲۱ء میں باضابطہ ایک مسلم ریاست قائم کی جو ۱۱۸۶ء تک قائم رہی۔ ۱۰۱۸ء میں مشہورمسلم سائنس داں البیرونی ہندوستان تشریف لائے جنہیں محمود غزنوی کے دربار میں بڑا اونچا مقام حاصل تھا۔وہ مستقل کوشش کرتے رہے کہ حکومت کی سرکاری زبان عربی ہونی چاہئے مگر سلطان نے بعض مصالح اورعملی دشواریوں کے سبب فارسی کو دفتری زبان کے طور پر رائج کیا۔البیرونی بنیادی طور پر مؤرخ نہیں بلکہ ایک سائنس داں تھے۔ ہندوستان کے اپنے ۱۳ سالہ قیام (۱۰۱۸ء تا ۱۰۳۰ء) کے دوران انہوں نے مختلف علاقوں اورشہروں کی سیاحت کی۔ ہندومذہب، فلسفہ، تہذیب و

ثقافت، رسوم و رواج اور علوم وفنون کا گہرائی سے مطالعہ کیا، سنسکرت زبان سیکھی پنڈتوں اور سائنس دانوں سے ملاقاتیں کیں، سنسکرت کی متعدد کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ انہوں نے اپنی متعدد تصانیف میں چھٹی صدی عیسوی کے مشہور ہندوستانی ماہر فلکیات 'وَرح میہرٗ' کی تعریف کی ہے۔ ان کی مشہور زمانہ کتاب 'تحقیق ماللہند' جو 'کتاب الہند' کے نام سے زیادہ معروف ہے ہندوستان کی مذہبی روایات، فلسفہ، حالات اور تمدن پر مستند ترین ماخذ ہے۔ اس کے علاوہ عربی زبان میں عُتبی کی تاریخ یمینی، گردیزی کی زین الاخبار (برزبان فارسی) اور البیرونی کی علم طب پر 'کتاب الصّید نا' کافی اہمیت کی حامل تاریخی کتابیں ہیں۔

انھوں نے فرمایا ''عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں مذہبی جانب داری اور تعصب کے اثرات کم ملتے ہیں۔ چنانچہ محمود غزنوی کے سومنات پر حملہ کی کہانی صدیوں کسی ہندوستانی مؤرخ نے کبھی نہیں بیان کی''۔ شرکاء نے موضوع کو کافی پسند کیا اور دلچسپی سے سنا۔

۱۰ر جولائی ۲۰۱۹ء کا دوسرا اہم اور فکر انگیز لکچر پروفیسر توقیر عالم فلاحی، سابق ڈین فیکلٹی آف تھیالوجی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے دیا۔ ان کا موضوع تھا ''مستشرقین کا مطالعہ قرآن''۔ انھوں نے تحریک استشراق کے مختلف ادوار کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ''صلیبی جنگوں میں ذلت آمیز شکست کے بعد مستشرقین نے ایک نظریاتی، فکری اور منطقی جنگ کا آغاز کیا تاکہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جاسکے۔ متعدد عظیم مستشرقین نے اسلامی تاریخ و سیرت کا تجزیہ کیا ہے اور قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ اس وقت ۵۰ سے زائد مستشرقین کے تراجم قرآن موجود ہیں جو معیاری تصور کیے جاتے ہیں اور جن سے غیر عربی داں حلقہ استفادہ کرتا ہے''۔ انھوں نے فرمایا کہ ''اسلام، مسلمانوں اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف تو مستشرقین نے دشنام طرازی کا رویہ اپنایا ہے، مگر اس کے برعکس قرآن کریم کے معاملے میں اُن کا رویہ خاصا محتاط ہے۔ دور جدید کے بیشتر مستشرقین مطالعہ قرآن کے سلسلے میں حق و انصاف سے قریب معلوم ہوتے ہیں''۔ انھوں نے اقبال کے استاذ پروفیسر آرنالڈ کے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں قیام کے دوران ان کی تصانیف اور تحقیقات کا حوالہ دیتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔

پروفیسر توقیر عالم فلاحی نے فلسطین کے معروف مستشرق ایڈورڈ سعید کے حوالے سے 'اورینٹل ازم' کی جامع تعریف پیش کی اور بعض اہم مستشرقین کی تحریروں کے بھی حوالے دیے۔

۱۰ر جولائی ۲۰۱۹ء کے تیسرے مقرر پروفیسر جلال الحق، سابق صدر شعبہ فلسفہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے مسلم فلسفہ، ہندو مذہب اور اس کے نظام پر کئی اعلیٰ درجے کی تحقیقات پیش کی ہیں' آج ان کی گفتگو کا موضوع تھا ''مابعد

جدیدیت اور اسلام‘‘۔انھوں نے جدیدیت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا’’۱۶ویں صدی میں یورپ میں جو نظریات اور مذہب بیزار افکار و خیالات نے ایک تحریک کی شکل اختیار کی اور عوامی سطح پر مقبولیت حاصل کی تو وہاں سے جدیدیت کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔قدیم روایتی مذہبی افکار و تصورات پر مبنی سماج کو نئے خیالات اور سائنسی نظریات کے مطابق ڈھالنا اور تشکیل دینا ماڈرن ازم کہلاتا ہے۔عقلیت (Rationalism) ہیومن ازم (Humanism) اور اثباتیت ’جدیدیت کے ۳ بنیادی عناصر ہیں‘‘۔

پروفیسر جلال الحق نے مارکس، جرمن فلاسفر نٹشے، سائیکو اِنالیسز کا نظریہ دینے والے فرائڈ اور فوکو وغیرہ کو جدیدیت کا علمبردار ہی نہیں بلکہ اس کا امام اور بنیادی ستون قرار دیا۔انہوں نے جدیدیت کی مختلف جہتوں اور مظاہر کی نشاندہی کرتے ہوئے مغرب میں اٹھنے والی مختلف عقلی اور فلسفیانہ تحریکوں کا تجزیہ پیش کیا اور اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے ان پر بھرپور گفتگو کی۔اجلاس کا آغاز تیسیر بن احمد شاہ کی تلاوت کلام پاس سے ہوا اور ڈاکٹر لبنیٰ ناز، پوسٹ ڈاکٹورل فیلو نے نظامت کا فریضہ انجام دیا۔

مسلمان اقلیتوں کے لیے اسوۂ نبوی

۱۱رجولائی ۲۰۱۹ء کی پہلی اہم تقریر پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی سابق صدر شعبہ اسلامیات کی تھی۔’اقلیتوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کا اسوہ‘ بیان کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ’’رول ماڈل وہ ہوتا ہے جو سماجی، مذہبی، سیاسی ہر اعتبار سے لیڈر رہو۔۶۲۲ء میں ھجرت کے بعد آپ ﷺ ایک سیاسی رہنما اور قائد کے طور پر ابھرے۔مؤاخات، میثاق مدینہ، غزوات وسرایا اور متعدد قبائل سے معاہدے آپ ﷺ کی لیڈرشپ کی دلیل ہیں۔عرب روایت کے مطابق خونی رشتوں کی بنیاد پر اخوت قائم ہوتی تھی مگر رسول اللہ ﷺ نے اِس کے علاوہ دین اور عقیدے کی بنیاد پر بھی مؤاخات کرائی‘‘۔

پروفیسر صدیقی نے کہا کہ’’رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے لیے بھی سماجی، سیاسی، عائلی اور معاشی پہلوؤں سے بہترین نمونہ اور کامیابی کا نسخہ موجود ہے۔چنانچہ آج دنیا کی ترقی یافتہ، مہذب اور غالب اقوام کے افراد اس سے پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ہم مغرب اور اس کے تمدن پر لاکھ تنقیدیں کریں مگر حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی تعلیمات کا چلتا پھرتا نمونہ ہمیں عملاً اسی معاشرے میں نظر آتا ہے‘‘۔

۱۱رجولائی کا دوسرا اہم موضوع’’اسلامیات کے میدان میں ہندو اسکالرس کی خدمات‘‘ تھا۔پروفیسر عبدالعلی

،شعبہ اسلامک اسٹڈیز نے متعدد ہندو دانشوروں اور پنڈتوں کی اسلامی موضوعات پر لکھی گئی کتابوں کے حوالے سے ایک عالمانہ اور معلوماتی خطبہ دیا۔انہوں نے فرمایا کہ'' پنڈت وید پرکاش کی معروف کتاب'' نبی اور کلکی اوتار'' میں ویدوں کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی آمد کے سلسلے میں بشارتوں کا تفصیل سے ذکر ہے۔ یہ کتاب اسلامیات کے باغ کا ایک خوبصورت پھول ہے۔آئی آئی ٹی کے تعلیم یافتہ متھرا کے سائنس داں سنجیو بھٹلا کی کتاب Islam is Good Muslims Should Follow it ایک قیمتی اور عالمانہ تصنیف ہے جس کا مطالعہ اسلامیات کے طلبہ کو کرنا چاہئے۔سابق صدر جمہوریہ پنڈت شنکر دیال شرما ایک بڑے عالم تھے،انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے ایک نظم لکھی ہے جس میں ہمارے لیے بڑا پیغام اور سبق موجود ہے۔مگر یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ غیر مسلم اسکالرس کی اسلامی تصانیف سے استفادے کے معاملے میں ابھی ہم بخل سے کام لے رہے ہیں۔ان کی منتخب تصنیفات کو ہماری جامعات کے نصاب میں شامل کیا جانا چاہئے''۔

تیسرے مقرر شعبہ سیاسیات کے پروفیسر عبدالرحیم بیجاپور نے 'اسلام میں انسانی حقوق' کے موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا'' مذہب انسانی حقوق کا بنیادی منبع ہے مگر انسانی حقوق کا تذکرہ ۱۹۴۸ء کے بعد سے زیادہ کیا جارہا ہے جب اقوام متحدہ نے ۱۸ ماہ کی جدوجہد کے بعد International Human Rights Bill پاس کیا اور دنیا کی ۵۰۰ سے زیادہ زبانوں میں اس کا ترجمہ کرا کے دنیا بھر میں نشر کیا۔اسلام نے انسانی حقوق کے سلسلے میں بڑی کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا ہے،پیغمبر اسلام ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ہزاروں انسانوں کے سامنے جو تاریخی خطبہ دیا وہ دراصل نئی دنیا میں انسانی حقوق کا ایک عالمی منشور تھا جس نے انسانی تہذیب وتمدن پر واضح اثرات مرتب کیے''۔

پروفیسر بیجاپور نے ہندوستان میں انسانی حقوق کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا کہ'' ہمارے ملک ہندوستان میں دستوری طور پر تو تمام مذاہب اور برادریوں کو برابر کے حقوق حاصل ہیں مگر عملاً یہاں پر مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تفریق کی جاتی ہے۔۲۰۰۲ء میں گودھرا ٹرین حادثے میں مارے جانے والے کارسیوکوں کو حکومت گجرات نے ۲ رلاکھ روپیہ معاوضہ دیا، جب کہ اس کے معاً بعد فسادات کا شکار ہونے والے مسلمانوں کو صرف ایک لاکھ روپیہ بطور معاوضہ دیے گئے۔اجلاس کا آغاز ڈاکٹر مصعب گوہر، پوسٹ ڈاکٹورل فیلو کی تلاوت کلام پاس سے ہوا اور گوہر قادروانی نے نظامت کا فریضہ انجام دیا۔

عہد نبوی میں خواتین کی خوداختیاری

۱۲رجولائی کو پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی، سابق صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز نے'' عہد نبوی میں خواتین کی خود

مختاری‘‘ کے موضوع پر ایک عالمانہ خطبہ پیش کرتے ہوئے فرمایا ’’رسول اللہ ﷺ کے عہد میں خواتین اپنے جسم کو ایک طویل چادر سے ڈھانک کر سماجی مسائل میں حصہ لیتیں اور اپنی مختلف ضروریات حتیٰ کہ تجارت کے لیے بھی باہر نکلا کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ دعوتوں میں تنہا نہیں بلکہ اپنی ازواج کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ ازواج کو سفر اور غزوات میں بھی ساتھ لے جاتے۔ سماجی، علمی اور مذہبی زندگی کے مختلف میدانوں میں صحابیات کی خدمات سیرت و تاریخ کی کتابوں میں کثرت سے ملتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ صحابۂ کرام کو دین کی تعلیم دیتی تھیں۔ ام عمارہؓ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے شدید زخمی ہوگئی تھیں، حضرت اُمّ سُلیم کی بہادری ضرب المثل تھی۔ حضرت رفیدہؓ ایک سرجن تھیں۔ سیرت کی کتابوں میں کسی مرد طبیب کا ذکر نہیں ملتا، طبی خدمات صحابیات ہی انجام دیتی تھیں۔ تقریباً ۲۰ فیصد احادیث صحابیات سے مروی ہیں‘‘۔

۱۲؍جولائی کا دوسرا اہم موضوع ’’اسلام میں تین طلاق‘‘ تھا۔ پروفیسر عبیداللہ فہد فلاحی نے سیاست کے شکار عصر حاضر کے اس سلگتے ہوئے موضوع پر ایک پرمغز گفتگو کی۔ ’’عہد رسالت، عہد ابوبکرؓ اور عہد عمرؓ کے ابتدائی چند سالوں میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو واحد مانا جاتا تھا۔ مگر حضرت عمرؓ نے طلاق کی کثرت کے سبب اور اسے روکنے کے لیے اسے تین مان کر طلاق کو قانونی تسلیم کرلیا تھا۔ یہ ہمیشہ کے لیے کوئی اصولی موقف نہیں بلکہ امیر المومنین کا ایک عارضی فیصلہ تھا۔ ۱۹۷۳ء میں اسلامک ریسرچ سرکل کی جانب سے احمد آباد میں منعقد ہونے والے ایک سمینار میں ہندوستان کے مختلف مکاتب فکر کے اکابر علماء نے ایک قرارداد پاس کی تھی جس کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاق کو ’طلاق بدعت‘ قرار دیا گیا تھا، لیکن اس پر اجماع کبھی نہیں رہا۔ اس سلسلے میں کل ہند مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایک مجلس کی تین طلاقوں کے واقع ہوجانے کے سلسلے میں اجماع کا دعویٰ درست نہیں ہے۔ سلف میں ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ ایک ہی تسلیم کرتے ہیں۔ متعدد کبار حنفی علماء نے بھی ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی مانا ہے۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی، مفتی محمد شفیع، اخلاق حسین قاسمی اور پاکستان کے معروف حنفی عالم پیر محمد کرم شاہ ازہری وغیرہ کی یہی رائے ہے‘‘۔

انہوں نے ہندوستان میں ۳ طلاق کے ضمن میں ہونے والے فیصلوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ’’۲۷؍اگست ۲۰۱۷ء کو سپریم کورٹ کی پانچ رکنی بنچ نے اکثریت سے یہ فیصلہ کیا کہ تین طلاق غیر قانونی عمل اور ایک جرم ہے۔ تین ججوں نے کہا کہ قرآن ایک مجلس میں تین طلاق کی اجازت نہیں دیتا۔ سپریم کورٹ نے پارلیمنٹ سے ۶ ماہ کے اندر ایک بل پاس کرکے ایک مجلس کی تین طلاق کو ختم کرنے کی ہدایت بھی دی۔ چنانچہ مودی حکومت نے ۲۰۱۸ء میں لوک سبھا میں Indian muslim women Protection Bill منظور کیا۔ ڈاکٹر مصعب گوہر، پوسٹ ڈاکٹورل

فیلو نے اجلاس کی نظامت کی جبکہ حافظ عبدالباری نے تلاوت کا فریضہ انجام دیا۔

دنیا کے بڑے مذاہب کی مشترکہ تعلیمات

۱۳/جولائی ۲۰۱۹ء کی پہلی اہم تقریر پروفیسر سعود عالم قاسمی سابق ڈین فیکلٹی آف تھیالوجی کی تھی۔ انھوں نے ''دنیا کے بڑے مذاہب کی مشترکہ تعلیمات'' کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''رسول اللہ ﷺ کے عہد میں پانچ مذاہب کے لوگ موجود تھے جن کا سورۃ الحج کی آیت نمبر ۱۷ میں تذکرہ ہے۔ ۱- ایمان والے، ۲-حضرت موسیٰؑ کے پیروکار ۳-عیسائی ۴-مجوسی ۵-مشرکین''۔

انہوں نے فرمایا کہ ''تمام مذاہب کے درمیان بعض تعلیمات، اعمال اور عقائد مشترکہ ہیں۔

۱-توحید : تمام رسولوں کی بنیادی تعلیم توحید کی ہی تھی۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء نے اسی کی دعوت دی۔ عہد رسالت تک یہود کا ایک بڑا طبقہ توحید کو تسلیم کرتا تھا۔ ویدوں میں آج بھی توحید موجود ہے۔

۲-آخرت کا تصور : بیشتر مذاہب بشمول ہندومت آخرت کا تصور کسی نہ کسی شکل میں رکھتے ہیں۔

۳-رسالت کا تصور : تمام رسولوں کے یہاں خاتم النبیّن کا تصور موجود تھا۔ ہندومت میں ''کلکی اوتار'' کا تصور پایا جاتا ہے۔ وید پرکاش اپادھیائے کی کتاب ''کلکی اوتار'' اس موضوع پر کافی اہمیت کی حامل ہے۔

۱۳/جولائی کا دوسرا اہم لکچر شعبۂ قانون کے استاذ پروفیسر ظفر الہدیٰ نعمانی کا تھا۔ انہوں نے ''دستور ہند کے اہم نکات'' کی وضاحت کرتے ہوئے جمہوریۂ ہند کے دستور اساسی سے متعلق بعض اہم اور بنیادی باتیں سمجھائیں اور فرمایا ''ڈاکٹر امبیڈکر کی قیادت میں دستور ساز اسمبلی نے جمہوریہ ہند کا دستور ۲۶/نومبر ۱۹۴۹ء کو مکمل کرلیا تھا مگر اس کا نفاذ ۲۶/جنوری ۱۹۵۰ء کو ہوا۔ قانون کی بالادستی آئین کی بنیاد ہے۔ ہمارا دستور مختلف اداروں کے اختیارات کو تقسیم کرتا ہے۔ دستور پر نظر ثانی کے لیے Constitution review Committe بنائی گئی ہے جو وقفہ وقفہ سے مختلف دفعات پر غور وفکر کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ اب تک دستور میں ۱۰۰ سے زیادہ تبدیلیاں کی جاچکی ہیں''۔

۱۳/جولائی کا آخری لکچر ''عرب بہاریہ'' کے موضوع پر تھا۔ دراسات ایشائے غربی کے سابق صدر پروفیسر گلریز احمد نے اپنے فاضلانہ خطاب میں عرب ممالک سے متعلق بعض بنیادی اور اہم معلومات فراہم کیں۔ انہوں نے عرب اسپرنگ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے فرمایا ''۲۰۱۰ء میں تیونس میں ایک سبزی فروش نے پولیس کے مظالم کے خلاف بطور احتجاج خودسوزی کرلی اور اس کے بعد ایک عوامی تحریک حکومت کے خلاف برپا ہوگئی جو رفتہ رفتہ دیگر ممالک مثلاً لیبیا، مصر، شام، یمن، اور بحرین تک پہنچ گئی۔ عرب اسپرنگ دراصل مغربی میڈیا کا دیا ہوا نام ہے۔ عرب ممالک

میں سیاسی پارٹیاں نہیں پائی جاتی ہیں۔ یہ تحریک سوشل میڈیا کے ذریعہ عوامی تحریک بنتی چلی گئی۔ لبنانی نژاد نغمہ نگار مہر زین نے بھی 'عرب بہاریہ' میں اپنے نغموں کے ذریعہ اہم کردار ادا کیا''۔ پروفیسر گلریز نے مزید فرمایا کہ ''اس عرب بہاریہ نے فلسطین کے ایشو کو کمزور کر دیا ہے۔ شام کی تباہی کا آغاز عراق میں امریکہ مداخلت اور صدام حسین کی معزولی کے سبب ہوا''۔ اجلاس کا آغاز سلمٰی بی کی تلاوت قرآن سے ہوا اور نظامت کے فرائض مس خدیجہ نے انجام دیے۔

سرسید کا نیا کلامیہ

۱۵؍جوالائی ۲۰۱۹ء کو پروفیسر علی محمد نقوی، سابق ڈین فیکلٹی آف دینیات نے ''مذہب کے تئیں سرسید کے نظریات'' کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا ''سرسید نے مذہبی مضامین لکھنے کا آغاز ۱۸۳۰ء میں ہی کر دیا تھا۔ ان کی زندگی کے تین مختلف ادوار ہیں۔

۱- سلفیت : ۳۰ اور ۴۰ کی دہائی کا تقریباً ۲۰ برس کا عرصہ سلفیت یعنی ٹھیٹھ اسلام کا زمانہ ہے۔

۲- جدیدیت اور مغرب پسندی : ۱۸۵۰ء سے ۱۸۶۹ء تک کا زمانہ جدیدیت کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں وہ انگلینڈ گئے تھے، اس عہد کی تصویروں میں ان کا لباس مغربی انداز کا ہے، ان کے صوفے بھی مغربی طرز کے ہیں۔ انہوں نے مغرب (برطانیہ اور یورپ) کے مظاہر کو اختیار کیا اور استعمال کی اشیاء کو عملاً تصرف میں لائے۔

۳- عقلیت پسندی : ۱۸۷۰ء کے بعد کا زمانہ عقلیت پسندی کا زمانہ ہے۔ وہ ریشنل ازم کی تحریک سے بہت متاثر تھے۔ مولانا آزاد کے مطابق علی گڑھ میں جدیدیت اور قرن وسطیٰ میں جنگ ہوئی جس میں سرسید فاتح رہے۔ اس لیے کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کو قرن وسطیٰ کے زمانے سے نکال کر جدید دور میں لے کر آئے۔ آخری زمانے میں سرسید مغربی لبرل ازم اور مغربی سائنس ازم سے متاثر نظر آتے ہیں، مگر اپنے ایمان کا سودا نہیں کیا اور بنیادی عقائد سے دستبردار نہیں ہوئے۔ انہوں نے سائنسی طرز فکر سے مغلوب ہو کر متعدد آیات کی توجیہ اور تاویل کی جس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ سرسید نے علم کلام کو اپنا موضوع بنایا تھا، بعد میں شبلی نے اسی سلسلے کو آگے بڑھایا''۔

۱۵؍جولائی کو ''ہندوستان میں اسلامی معاشیات'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے پروفیسر ولید احمد انصاری، سابق صدر شعبہ بزنس ایڈمنسٹریشن نے قرآن اور حدیث کے حوالے سے اسلام کے معاشی نظام کے بنیادی اصول وضوابط پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور فرمایا ''سماجی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے وسائل وذرائع کی مناسب تقسیم معاشیات کا لازمی حصہ ہے۔ مغربی معاشی نظام میں وسائل و ذرائع کے ضمن میں حلال وحرام کی تفریق نہیں کی جاتی ہے۔ قحبہ گری، جواء، اور نشہ آور اشیاء کی آمدنی کو مغرب میں برا نہیں سمجھا جاتا مگر اسلام کے اپنے معاشی اصول ہیں۔

حرام، حلال اور اخلاقیات کی حدود ہیں جن کو پامال نہیں کیا جا سکتا۔ سود، جوا اور منشیات کے ذریعہ آمدنی کو اسلام حرام تصور کرتا ہے''۔

۱۵؍جولائی کا تیسرا خطبہ شعبہ تاریخ میں استاد ڈاکٹر گلفشاں خان نے دیا۔ ''ہندوستان میں مسلمانوں کے تاریخی اور تہذیبی ورثے کی تعمیر میں شاہ جہاں کا کردار'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا ''مغل حکمرانوں نے عالیشان عمارات کی تعمیر کے علاوہ مختلف فنون لطیفہ مثلاً پینٹنگ اور آرٹ وغیرہ میں بھی بڑا عروج حاصل کیا تھا۔ ایران، سینٹرل ایشاء اور عرب کے علاوہ یوروپ سے بھی متعدد علوم وفنون کے ماہرین ہندوستان آئے جہاں ان کی عزت افزائی ہوئی اور اعلیٰ عہدے اور مناصب پر فائز کیے گئے۔ مغل حکمراں بشمول شاہ جہاں اہل علم وفن کے قدردان تھے۔ مغلوں کی پہلی گنبد والی عمارت نظام الدین دہلی میں واقع ہمایوں کا مقبرہ ہے۔ ایرانی پینٹنگس سے معلوم ہوتا ہے کہ مغلیہ عہد میں تاریخی عمارتوں کے اطراف میں باغات اور پارک ہوا کرتے تھے، جو اَب نظر نہیں آتے۔ مغلوں نے ایرانی کلچر اور سینٹرل ایشیا کی تہذیب اور طرز تعمیر کو ہندوستان میں اختیار کیا۔ اس زمانے کے شعراء نے اپنی نظموں میں تاریخی عمارتوں کی منظر کشی بہت خوبصورت انداز میں کی ہے۔ امیر خسرو کی شاعری میں بطور خاص یہ دلکش مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ عہد مغلیہ میں اپنشد کا سنسکرت سے فارسی زبان میں ترجمہ کیا گیا جو آج بھی محفوظ ہے۔ انہوں نے متعدد شہر آباد کیے اور ان کو ترقی دی۔ شاہ جہاں' جہاں بھی جاتے تھے عمارات تعمیر کرتے۔ وہ پورے ہندوستان کو خوبصورت بنانا چاہتے تھے۔ مغل حکمراں بہت سے مدرسوں کی سرپرستی بھی کرتے تھے۔ تاج محل کے معماروں اور اس کے انجینئرس کے ہاتھ کاٹنے کی بات محض ایک پروپیگنڈا ہے۔ بلیک تاج محل بھی تاریخی دستاویزات سے ثابت نہیں''۔

اجلاس کا آغاز عبدالسلام نادر کی تلاوت قرآن سے ہوا اور نظامت کے فرائض احمد محمد احمد عبداللہ امیر نے انجام دیے۔

میڈیا کی جانب داری اور مسلمان

۱۶؍جولائی ۲۰۱۹ء کو 'مسلمان اور ہندوستانی میڈیا' کے موضوع پر سمر اسکول آن اسلامک اسٹڈیز کے طلبہ و طالبات سے خطاب کرتے ہوئے شعبہ ترسیل عامہ کے سربراہ پروفیسر شافع قدوائی نے کہا ''میڈیا اس زمانے کا آرٹ ہے، فیس بک، انسٹاگرام اور واٹس ایپ وغیرہ ڈیجیٹل ڈائریز ہیں، یہ خوش آئند امر ہے کہ دنیا کے دوسرے ملکوں کے برخلاف ہندوستان میں اخبار بینی کا شوق الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کی مقبولیت کے باوجود کم نہیں ہو رہا ہے، مگر افسوس ہے کہ میڈیا میں ایک مخصوص ذہن کے افراد ملک کے حقیقی مسائل پر بحث کرنے کے بجائے سطحی اور غیر ضروری مسائل کو ترجیح دے رہے ہیں۔ محروم طبقات اور اقلیتوں کے مسائل سے عام طور پر یا تو بے توجہی برتی جا رہی ہے یا ان کی شبیہ

داغدار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔آج میڈیا کو سماج کی ضرورت، اس کے حقیقی مسائل، انسانی فلاح و بہبود، پس ماندہ طبقات اور غریبوں کے معاملات سے دلچسپی نہیں رہ گئی ہے، بلکہ اپنے مالکان کے معاشی مفادات اور کمرشیل ترقی کی فکر رہتی ہے۔ پریس کی آزادی تقریباً ختم ہوگئی ہے، بڑے بڑے صنعت کار اور سیاسی لیڈران نے میڈیا ہاؤسز کو خرید لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ملک میں تشدد اور جارحیت کے نت نئے ہتھکنڈوں کو اقلیتوں اور بالخصوص مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے مگر نیشنل میڈیا اس کے خلاف اندھا، بہرا اور گونگا بنا رہتا ہے''۔

انہوں نے مزید کہا کہ ''اس ملک میں آبرومندانہ زندگی گزارنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے حصار سے باہر نکلیں، میڈیا کے مالکانہ حقوق حاصل کریں، محروم و مظلوم طبقات کے حقوق کے لیے جدوجہد کو اپنے ایجنڈے میں شامل کریں اور اقلیتوں کے حقوق کے لیے لڑنے والے انصاف پسند غیر مسلم دانشوروں اور صحافیوں کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کریں''۔

فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے ڈین پروفیسر اکبر حسین نے ''اسلامک کونسلنگ'' کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ''اسلام میں عقیدہ، عبادت اور اخلاق کا نظام ایک دوسرے سے مل کر انسانی نفسیات کی تشکیل کرتا ہے''۔ امام غزالی اور مولانا اشرف علی تھانوی کے حوالے سے انھوں نے روحانیت کے ذریعہ نفسیاتی مریضوں کا علاج کرنے کے لیے بعض عملی مشورے بھی دیے۔ انھوں نے کہا کہ ''عبادات کا نظام انسانی زندگی میں نظم وضبط لاتا ہے اور ذہنوں کو مایوسی اور اضطراب کی کیفیت سے باہر نکالتا ہے۔ اللہ پر ایمان ایک مسلمان کو بہت سے نفسیاتی عوارض کا شکار ہونے سے بچاتا ہے، اور قرآن کریم کی تلاوت سے دماغی و قلبی امراض کے علاج میں بہت مدد ملتی ہے۔ دل کو سکون ملتا ہے اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے، دعاء، تسبیح اور مناجات سے ذہنی تھکان، پریشر اور ڈپریشن وغیرہ دور ہوتا ہے''۔ انھوں نے مزید کہا ''اسلامک کونسلنگ کے جدید میدان میں ملازمت کے مواقع موجود ہیں، اسلامک اسٹڈیز کے طلبہ اس شعبہ میں اپنا کیریر بھی بنا سکتے ہیں''۔

۱۶/جولائی ۲۰۱۹ء کے تیسرے مقرر شعبہ قانون کے ہر دل عزیز استاذ پروفیسر شکیل احمد صمدانی تھے۔ 'یونیفارم سول کوڈ' کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے دستور ہند کے رہنما اصول اور ڈاکٹر امبیڈکر کی قیادت میں دستور ساز اسمبلی کی بحثوں کا حوالہ دیتے ہوئے اس کے قانونی مضمرات پر تفصیل سے گفتگو کی۔

انھوں نے ملک کے موجودہ حالات میں یکساں سول کوڈ کو ناقابل عمل قرار دیتے ہوئے بتایا کہ ''یکساں سول کوڈ کی مخالفت صرف مسلمان ہی نہیں کرتا بلکہ ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد بھی اس کی مخالف ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۰ میں جب

ہندومیرج ایکٹ بنا تو ہندوؤں کے ایک بڑے طبقے نے اس کی شدید مخالفت کی تھی‘‘۔

پروفیسر صمدانی نے دستور ہند کی دفعہ ۲۵، ۲۶، ۲۷اور ۲۸ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ’’مذکورہ دفعات میں دی گئی مذہبی آزادی کو یکساں سول کوڈ ختم کردے گا۔ یہ بنیادی ضمانتوں اور حقوق سے براہ راست متصادم نظریہ ہے اس لیے موجودہ حالات میں اسے نافذ کرنا ممکن نہیں ہے‘‘۔

اس سے قبل پروگرام کا آغاز مسٹر عبدالسلام کی تلاوت قرآن سے ہوا۔ نظامت کے فرائض کہکشاں ناز نے انجام دیے۔ صدر شعبہ پروفیسر عبیداللہ فہد نے تمام شرکاء سے ان کے ناقابل حل سوالات اور الجھنوں کی تفصیل تحریری طور سے لی۔

تکثیری سماج میں مسلمانوں کے مسائل

۱۷ر جولائی کو ’’اسلام اور تکثیری سماج‘‘ کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے پروفیسر عبیداللہ فہد فلاحی نے بتایا کہ ’’اس عنوان سے ایک نئی بحث کا آغاز اُن لوگوں نے کیا جو مغربی ممالک میں اقلیت میں زندگی گزار رہے تھے۔ ہم ہندوستانی مسلمان بھی ایک سنہرا تاریخی پس منظر رکھنے والی ملک کی دوسری بڑی آبادی ہیں، اس لیے تکثیری سماج میں اپنی حیثیت اور رول کے سلسلے میں غور وفکر کرنا اور کسی نتیجے پر پہنچنا ہمارے اجتماعی وجود اور فرض منصبی کی ادائیگی کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ تکثیری سماج کی مسلمان اقلیتوں کے جدید مسائل کے حل کے لیے ’’فقہ الاقلیات‘‘ کے نام سے ایک نئی فقہ وجود میں آگئی ہے جس میں جدید جمہوری ریاستوں میں رہنے والی مسلمان اقلیتوں کے مسائل زیر بحث آتے ہیں‘‘۔

پروفیسر فہد نے کہا کہ ’’آج دنیا میں کہیں بھی دارالحرب یا دارالاسلام موجود نہیں ہے، بلکہ دنیا کے تقریباً تمام ممالک ’’دارالعہد‘‘ ہیں۔ اس لیے کہ وہاں اسلام اور مسلمانوں کو بنیادی حقوق اور اپنی مذہبی شناخت کے ساتھ زندگی گزارنے کی اجازت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے مکی دور، ہجرت حبشہ اور حضرت یوسفؑ کی زندگی میں ہمارے لیے رہنمائی اور سبق موجود ہے۔ حضرت یوسفؑ نے ایک غیر اسلامی نظام حکومت میں باضابطہ ایک عہدہ قبول کیا۔ وہ ریاست میں مالی امور کے منتظم اعلیٰ اور آج کی اصطلاح میں مصر کے فائنانس منسٹر تھے‘‘۔

۱۷ر جولائی ۲۰۱۹ء کو پروفیسر اکبر حسین، ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز نے ’’اسلامک کاؤنسلنگ کے بنیادی آداب‘‘ کے موضوع پر اپنے خطاب کو دوسرے دن جاری رکھتے ہوئے فرمایا ’’اسلامک کونسلر کو قرآنی احکامات، احادیث مبارکہ اور اسوۂ نبوی کی روشنی میں اسلامی زندگی کے جملہ آداب اور اخلاقی تعلیمات سے واقف ہونا لازمی ہے۔ کسی کے

ادب اور احترام کے اظہار کے لیے کھڑا ہونا درست نہیں ہے، مسکراتے ہوئے ملنا اور گفتگو کرنا چاہیے خواہ سامنے دشمن ہی کیوں نہ ہو، رابطے اور گفتگو کا سلسلہ منقطع نہیں کرنا چاہئے خواہ دشمنی کتنی ہی شدید ہو۔ امید، توقع اور بھروسہ تو بس اللہ کی ذات سے وابستہ رکھنا چاہئے۔ کونسلر کو احساس ذمہ داری ہونا چاہئے۔ اس کے لیے وقت کی پابندی ضروری ہے۔ کونسلر اور کونسلی کے درمیان معاملات ابتدا میں ہی طے ہو جانا چاہئیں۔ استغفار، توبہ اور معاف کرنا بنیادی اسلامی صفات ہیں جن سے متصف ہونے کی تاکید اسلامی کونسلر کو ضرور کرنی چاہئے''۔

۱۷ر جولائی کو ہی ''نئی تعلیمی پالیسی اور مسلمان'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شعبہ سیاسیات کے استاد پروفیسر اثمر بیگ نے حکومت ہند کی نئی تعلیمی پالیسی سے متعلق اہم اور بنیادی نکات کی وضاحت کی۔ انھوں نے فرمایا ''موجودہ تعلیمی پالیسی ۱۹۸۶ء میں بنائی گئی تھی جو اَب تک جاری ہے۔ دسمبر ۲۰۱۸ء میں مرکزی حکومت کی ایک کمیٹی نے نئی تعلیمی پالیسی کی سفارش کی ہے جس کے نفاذ کے لیے مودی حکومت کمر بستہ ہے۔ حکومت دستور میں استعمال کی گئی سیکولرزم کی اصطلاح سے بھی اختلاف رکھتی ہے۔ آرٹیکل ۳۰ میں اقلیتوں کو اپنے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھنے کی اجازت ہے مگر موجودہ فسطائی حکومت اقلیتی تعلیمی اداروں کے اختیارات ختم کرکے قومی تعلیمی پالیسی کے نام پر ان کی شناخت کو مٹا دینا چاہتی ہے''۔ پروفیسر اثمر بیگ نے کہا کہ ہمیں مسلمانوں کے مسائل اور معاملات کے لیے بھی 'مائنارٹی' کا لفظ استعمال کرنا چاہئے۔ اجلاس کا آغاز گوہر قادروانی کی تلاوت قرآن سے ہوا اور نظامت کے فرائض صبا ارشاد انصاری نے انجام دیے۔

تشدد اور اسلام

۱۸ر جولائی ۲۰۱۹ء کو پروفیسر یوسف امین، استاذ اجمل خاں طبیہ کالج علی گڑھ نے ''یونانی میڈیسن فلسفہ اور عقلی توجیہ'' کے موضوع پر اپنے عالمانہ خطاب میں فرمایا ''میڈیسن کا رشتہ سوشل سائنس سے بھی ہے اور نیچرل سائنس سے بھی۔ یونانی اور دیگر روایتی دوائیں اور طریقہ علاج بیماری کے سبب کو ختم کرتا ہے، جب کہ جدید مغربی دوائیں مرض کی علامات اور اس کی ظاہری شکل کو ختم کرتی ہیں، اسباب اور بنیادوں کو ختم نہیں کرتیں۔

روایتی اسلامی فلسفہ اور قدیم ہندو فلسفہ میں بنیادی فرق ہے۔ اسلامی فلسفہ میں واجب الوجود (یعنی اللہ رب العزت کا وجود) اور ممکن الوجود بنیادی عنصر ہے۔ جب کہ ہندو فلسفہ آتما اور پرماتما کے نظریہ پر قائم ہے۔ اسلامی فلسفہ زیادہ آبجکٹیو ہے۔ عام بیماریوں کا علاج روایتی دواؤں سے کیا جانا چاہئے، مگر پیچیدہ اور سنگین امراض کا علاج جدید مغربی میڈیسن کے ذریعہ کرنا چاہئے۔ مغربی طریقۂ علاج انتہائی طاقت ور ہے مگر اس کے نقصانات بہت سنگین ہیں۔ وہ

مرض کے بنیادی اسباب کو بالعموم ختم کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ یونی طب کا تعلق طب نبوی سے بہت گہرا ہے۔

۱۸؍جولائی کے دوسرے اہم مقرر شعبۂ سیاسیات کے استاذ پروفیسر عرشی خان کا موضوع تھا ’’دہشت گردی اور تشدد اسلامی تناظر میں‘‘۔ انہوں نے تشدد اور دہشت گردی کے اسباب وعوامل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ’’عالمی سطح پر جو دہشت گردی یا تشدد آمیز کارروائیاں ہو رہی ہیں ان کے پیچھے چند بڑی عالمی طاقتیں ہیں۔ سب کچھ منظّم طریقے سے منصوبہ بند پروگرام کے تحت انجام دیا جارہا ہے۔ دہشت گردی ایک نفع بخش انڈسٹری ہے جس کے ذریعہ سالانہ اربوں ڈالر کمائے جارہے ہیں۔ دہشت گردی یا تشدد کا شکار ملکوں کو ہتھیار فروخت کیے جاتے ہیں۔ یہ ایک فلم اور ڈرامے کی طرح ہے جس میں مسلمان کردار ادا کر رہے ہیں۔ اسکرپٹ رائٹر اور ڈائرکٹر پس پردہ بیٹھے ہوئے ہیں‘‘۔

۱۸؍جولائی کا تیسرا اہم موضوع ’’قرآن اور سائنس‘‘ تھا۔ ڈاکٹر محمد ذکی کرمانی، ایڈیٹر سہ ماہی آیات، علی گڑھ نے اپنے فاضلانہ خطاب میں فرمایا ’’متعدد اسلامی قدریں اور قرآنی آیات موجودہ سائنس کو آگے بڑھانے اور اس کی ترقی میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ ہم سب انسانوں کو اسی ذات نے تخلیق کیا ہے جس نے قرآن مجید نازل فرمایا۔ انسانوں کی تخلیق سائنس کا موضوع ہے جس پر تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے، جبکہ قرآن نے انسانی تخلیق کے مختلف مراحل کا تذکرہ کیا ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن میں موجود سائنسی حقائق پر تدبر وتفکر کرکے سائنسی تحقیقات کو آگے بڑھایا جائے۔ مثلاً اس آیت ’’سبع سمٰوات ومن الارض مثلھن‘‘ میں سات زمینوں کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ آج مسلم سائنس دانوں کو فلکیات کے میدان میں یہ تحقیق کرنا چاہئے کہ یہ سات زمینیں کہاں ہیں؟ کیسی ہیں؟ اور وہاں تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے؟ قرآن میں ایسی متعدد آیات ہیں جو سائنس دانوں کے لیے تحقیق کا پہلو فراہم کرتی ہیں۔ سائنسی معلومات کو احکامات اسلامی (مثلاً حلال وحرام اور ارکان عبادات) کے حق میں پیش کرنے کے لیے باقاعدہ کام شروع کیا جائے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں مسحور کن ترقیات کے پیچھے دراصل قرآن کا فہم رکھنے والے انقلابی اور پرجوش مسلمان سائنسدانوں کی شبانہ روز جدوجہد کارفرما ہے۔ جب مسلمان قرآن کی عطا کردہ اس انقلابی روح سے سرشار تھے تو انہیں عروج حاصل تھا اور انہی قرآنی اقدار حیات سے روشناس ہونے کی بنا پر سائنس کے مختلف میدانوں میں حیرت انگیز ترقیات انسانیت کے فروغ وارتقاء کا باعث بنیں۔ اجلاس کا آغاز محمد کیف رضا کی تلاوت قرآن سے ہوا اور نظامت کے فرائض تنزیل احمد نے انجام دیے۔

تعقل، تدبر اور تفکر کی قرآنی تعلیم

۱۹ جولائی ۲۰۱۹ء کو پندرہ روزہ سمر اسکول آن اسلامک اسٹڈیز کی اختتامی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے

پروفیسر اشتیاق دانش فلاحی، ایڈیٹر جنرل آف انسٹی ٹیوٹ آف آبجکیٹو اسٹڈیز، نئی دہلی نے کہا کہ ''یوروپ میں عقلیت کی تحریک پچھلی دو صدیوں کی کارستانی ہے، جب کہ قرآن کریم نے دنیا کی تمام مذہبی کتابوں سے زیادہ تعقل، تدبر اور تفکر کی تعلیم دی ہے۔ مسلمانوں نے پوری انسانی تاریخ میں جس مذہب اور فلسفہ کو پروان چڑھایا اس کی اساس میں تفکر اور تدبر شامل رہا ہے۔ مغرب اسلام سے اس لیے خوف محسوس نہیں کر رہا ہے کہ اس میں اعلیٰ درجے کی روحانیت موجود ہے، بلکہ وہ دراصل اسلام کی سماجی وتہذیبی اقدار اور تعلیمات کا مخالف ہے۔ مسلمانوں نے دنیا کو جو نفع بخش تہذیب اور انسانیت نواز معاشرت عطا کی اس کا اعتراف مغرب کے مفکرین کو بھی ہے''۔

پروفیسر دانش نے مغرب کے حقوق انسانی کے دعوے اور گلوبلائزیشن کو بے نقاب کرتے ہوئے اس کے پیچھے کارفرما سیاسی ومعاشی قوتوں، ان کے مفادات حاصلہ اور معیشت کی بازی گری کا بھرپور تجزیہ کیا۔

مہمان خصوصی پروفیسر اسفر علی خان، آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی دفتر شیخ الجامعہ نے معروضیت اور عقلیت کو مذاہب کے مطالعہ کی بنیاد قرار دیا اور طلبہ وطالبات سے اپیل کی کہ ''اسلام کے موضوع پر ہونے والی تحقیق میں جذباتیت اور بے جا طرفداری کا مظاہرہ نہ ہو۔ مذہب کے مسائل پر گفتگو ایسی ہو کہ غیر جانبدار غیر مسلم حضرات بھی اس کی افادیت کو محسوس کرسکیں''۔

مہمان اعزازی پروفیسر ظفر احمد صدیقی نے طلبہ وطالبات کو خطاب کرتے ہوئے غالب کا ایک شعر نقل کیا جس میں انہوں نے ارباب کی غفلت پر افسوس کا اظہار کیا ہے اور اضطراب، ریاضت اور کشمکش کو اصل حاصل تسلیم کیا ہے۔ علامہ اقبال کے حوالے سے پروفیسر موصوف نے فرمایا کہ ''صدف گوہر آبدار اسی وقت بنتا ہے جب وہ طوفان کا سامنا کرتا ہے۔ سمر اسکول میں پندرہ دنوں کی آپ کی محنت ضرور رنگ لائے گی''۔

انسٹی ٹیوٹ آف آبجکیٹو اسٹڈیز علی گڑھ چیپٹر کے منتظم پروفیسر محمد مقیم الدین نے سمر اسکول کی کامیابی پر منتظمین کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے اپنے ادارے کی علمی خدمات کا تعارف کرایا۔

شعبہ سیاسیات کے پروفیسر عرشی خان نے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اسلام اور مسلمانوں سے متعلق جدید ترین موضوعات کا احاطہ کرنے والے اس دانشورانہ سمر اسکول کو اس اعتبار سے انفرادیت حاصل ہے کہ یہ ریسرچ اسکالرز کے لیے ہندوستان میں اپنی نوعیت کا پہلا پروگرام ہے جس کے کامیاب انعقاد پر ہم شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے ارباب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں''۔

ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی، کنوینر سمر اسکول نے اس ورکشاپ کی مکمل روداد پیش کرتے ہوئے بتایا کہ تقریباً ۱۳؍

شعبوں کے ۲۰۰ طلبہ و طالبات کی درخواستوں میں سے ۵۰ کو منتخب کیا گیا۔ اس کے علاوہ مختلف شعبوں کے ۲۷ سینئر اساتذہ نے مختلف موضوعات پر عالمانہ خطبے پیش کیے۔ سوال و جواب، مطالعہ و مشاہدہ اور تنقید کی بھرپور حوصلہ افزائی کی گئی۔

صدر شعبہ پروفیسر عبیداللہ فہد نے شریک طلبہ اور طالبات کی قوت فہم اور یاداشت کا امتحان لینے کی غرض سے فاضل مقررین کی تقریروں سے چار سوالات کیے جن کے صحیح جوابات دینے والوں کو انعامات سے نوازا گیا۔ کامیاب طلبہ و طالبات میں نعمان بدر (شعبہ عربی)، محمد رضوان انصاری (شعبہ اسلامک اسٹڈیز) کلثوم صلاح الدین (شعبہ جغرافیہ) اور صبا ارشاد انصاری (شعبہ اسلامک اسٹڈیز) شامل ہیں۔ پندرہ روزہ اسکول کے شرکاء میں سے ماس کمیونکیشن کے شعبے سے موریشس کی ریسرچ اسکالر بی بی حسنات بیتھی اور بزنس ایڈمنسٹریشن کی ندا اشہر نے بڑے سلیقہ سے اپنے تاثرات پیش کیے۔ شعبہ دینیات سنی کی ریسرچ اسکالر تہمینہ ظفر فلاحی نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے کہا کہ "پہلی بار اتنے اہم، متنوع اور حالات حاضرہ سے براہ راست متعلق موضوعات پر عالمانہ، تحقیقی اور دانشورانہ لکچرس سننے اور سوال و جواب کے ذریعہ مزید تفہیم کا ایک تاریخی اور یادگار موقع ملنے پر میں بارگاہ الٰہی میں ہدیۂ تشکر پیش کرتی ہوں۔ علی گڑھ کے ماحول میں وقت کی پابندی کا اہتمام ایک انقلابی اقدام تھا۔ برسوں بعد حاضری میں 'یس سر' کہنے کا لطف ہی کچھ اور تھا۔ میرے خیال میں بعض اہم موضوعات پر یہاں گفتگو نہیں کی جا سکی، مثلاً اسلام کا سیاسی نظریہ، قیام خلافت امکانات و مسائل، تہذیب و ثقافت کا اسلامی تصور وغیرہ۔ اس کے علاوہ اتنے اہم اور اکیڈمک پروگرام میں طلبہ کی تعداد کو صرف ۵۰ تک محدود کرنا درست قرار نہیں دیا جا سکتا جب کہ اس کانفرنس ہال میں مزید ۵۰ طلبہ کی گنجائش موجود تھی اور ۲۰۰ طلبہ کی درخواستیں موصول ہوئی تھیں۔ بحیثیت مجموعی یہ تاریخی سمر اسکول طلبہ کے لیے انتہائی مفید، مطالعہ پر ابھارنے والا، علم میں اضافہ کرنے والا، خوابیدہ جذبات و صلاحیتوں کو بیدار کرنے اور ایک تحریک پیدا کرنے والا تھا"۔

پروفیسر نسیم احمد، صدر شعبہ سوشل ورک، جناب نسیم احمد خان صدر شعبہ کیمیکل انجینئرنگ، پروفیسر اقبال الرحمٰن شعبہ سیاسیات، پروفیسر سعود عالم قاسمی، شعبہ دینیات اور جناب محمد سراج احمد خان کوآرڈینیٹر انسٹی ٹیوٹ آف آبجکیٹو اسٹڈیز علی گڑھ چیپٹر نے شرکاء کو شرکت کی سند تفویض کی۔ صدر شعبہ پروفیسر عبیداللہ فہد نے مہمانان، مقررین، دفتری عملہ اور طلبہ و طالبات کا شکریہ ادا کیا۔ ڈاکٹر بلال احمد کٹی نے نظامت کے فرائض انجام دیے۔

نظم وضبط کی پابندی

اس پندرہ روزہ سمر اسکول کا ایک امتیاز طلبہ و طالبات اور فاضل مقررین کی پابندی وقت اور نظم وضبط کی بھرپور رعایت ہے۔ شرکاء کو پابندی وقت کی تعلیم دینے کے لیے روزانہ ۲ مرتبہ حاضری کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ کنوینر ڈاکٹر ضیاء

الدین فلاحی ڈائس پر کھڑے ہوکر پہلے ۹:۴۵ پر پھر دوبارہ ۱۲ بجے بڑی توجہ سے حاضری لیتے تھے۔ جن طلبہ وطالبات نے ابتداء میں بے توجہی برتی یا ان کی طرف سے سنجیدگی کا اظہار نہیں ہوسکا' انھیں تبدیل کیا گیا اور انتظار کی فہرست میں سے دوسرے شرکاء کے نام شامل کرلیے گیے۔ روزانہ گیارہ بجے چائے اور تقریبا ۲ بجے ظہرانے کا انتظام بھی تھا۔ کوشش کی گئی تھی کہ سماجی علوم کے مختلف شعبوں سے شرکاء اور مقررین دونوں کی نمائندگی ہوسکے۔ سوال و جواب کے سیشن کو بامعنی اور مفید بنانے کے لیے طلبہ فاضل مقررین سے معیاری اور علمی سوالات کرتے جن کا انہیں شافی وکافی جواب دیا جاتا۔

پندرہ روزہ' سمر اسکول آن اسلامک اسٹڈیز' میں یونیورسٹی کے مختلف شعبوں کے ۵۰ طلبہ و طالبات نے باقاعدگی سے حصہ لیا۔ شریک طلبہ طالبات کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

نمبرشمار	نام	شعبہ
۱-	فرحین رفعت	تعلیمات
۲-	محمد حاذق	اسلامک اسٹڈیز
۳-	تنزیل احمد	اسلامک اسٹڈیز
۴-	خیرالنساء	اسلامک اسٹڈیز
۵-	صدف غوری	ہندی
۶-	محمد عبدالباری	اسلامک اسٹڈیز
۷-	جبران کاظمی	اسلامک اسٹڈیز
۸-	زوفشاں خانم	اسلامک اسٹڈیز
۹-	محمد محبوب	اسلامک اسٹڈیز
۱۰-	محمد فتّان دوحی	سیاسیات
۱۱-	گوہر قادروانی	اسلامک اسٹڈیز
۱۲-	محمد تیسیر بن شاہ گولفی	اسلامک اسٹڈیز
۱۳-	صبا ارشاد انصاری	اسلامک اسٹڈیز
۱۴-	عبدالسلام نادر	اسلامک اسٹڈیز
۱۵-	محمد احمد عبداللہ امیر	اسلامک اسٹڈیز

۱۶-	روح نما پروین	اسلامک اسٹڈیز
۱۷-	صبا انجم	اسلامک اسٹڈیز
۱۸-	زہرہ خاتون	نفسیات
۱۹-	فردوسہ اختر	اسلامک اسٹڈیز
۲۰-	کہکشاں ناز	اسلامک اسٹڈیز
۲۱-	خدیجہ	اسلامک اسٹڈیز
۲۲-	اسماء خانم	دراسات ایشائے غربی
۲۳-	نہاں خانم	اسلامک اسٹڈیز
۲۴-	گلناز امیر	اسلامک اسٹڈیز
۲۵-	فرحینہ ضیاء	اسلامک اسٹڈیز
۲۶-	محمد حسنات عالم	بزنس ایڈمنسٹریشن
۲۷-	محمد رضوان انصاری	اسلامک اسٹڈیز
۲۸-	سلمٰی بی	دینیات
۲۹-	رخشندہ شاہین	اسلامک اسٹڈیز
۳۰-	ندا اشہر	بزنس ایڈمنسٹریشن
۳۱-	ساجد شفیع	اسلامک اسٹڈیز
۳۲-	رحمت اللہ	اسلامک اسٹڈیز
۳۳-	محمد افضل	اسلامک اسٹڈیز
۳۴-	محمد کیف رضا	دینیات
۳۵-	سائمہ فیاض	دینیادت
۳۶-	سمیہ شرافت	دینیات
۳۷-	نعمان بدر	عربی
۳۸-	تہمینہ ظفر	دینیات

۳۹-	آسیہ خاتون	عربی
۴۰-	صفیہ مصطفیٰ	تعلیمات
۴۱-	شوکت احمد گنائی	کامرس
۴۲-	علی کیف	سیاسیات
۴۳-	محمد مصعب گوہر	اسلامک اسٹڈیز
۴۴-	عروس نسیم	اسلامک اسٹڈیز
۴۵-	رقیہ اسلم	اسلامک اسٹڈیز
۴۶-	لبنیٰ ناز	اسلامک اسٹڈیز
۴۷-	بی بی حسنات ہیتھی	ماس کمیونکیشن
۴۸-	کلثوم صلاح الدین	جغرافیہ
۴۹-	ادیبہ صدیقی	اردو
۵۰-	سراقہ فہد	سوشل ورک

پندرہ روزہ سمر اسکول کے حسن انتظام کو طلبہ و اساتذہ نے سراہا۔ شعبہ اسلامک اسٹڈیز کا دفتری عملہ اور لائبریری کارکنان مستقل متحرک رہے۔ یونیورسٹی کے بیشتر اساتذہ نے تحسین کی۔ اسسٹنٹ پبلک ریلیشنز آفیسر ذیشان احمد صاحب نے توجہ اور عنایت کا مظاہرہ کیا اور اخبارات میں اس کی روداد شائع کر کے ہزاروں افراد تک پیام رسانی کا ذریعہ بنے۔

☆......☆......☆